28

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے

تم اس نکتے کو مشعلِ راہ بناؤ پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کی مدد کیسے آتی ہے

(فرمودہ 23 نومبر 1951ء بمقام ربوہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"گزشتہ جمعہ میں مَیں نے اذان کے متعلق کچھ بیان کیا تھا لیکن اس مضمون کے متعلق زیادہ بیان نہیں کر سکا تھا کیونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کا بقیہ حصہ میں آج بیان کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا تھا کہ جب اذان کے الفاظ دہرائے جاتے ہیں تو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے مقام میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہا جاتا ہے۔ جس میں اِس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں کام ایسے ہیں جو میں نہیں کر سکتا، یہ کام میری طاقت سے بالا ہے اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر میں کوئی کام بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے اُس دن بیان کیا تھا کہ ان دو کلمات کے متعلق خصوصیت کے ساتھ یہ اس لیے کہا گیا ہے کہ نہ تو صلوٰۃ کاملہ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر حاصل ہو سکتی ہے اور نہ فلاح خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر یہ

مضمون خاص طور پر اذان کے ساتھ ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ جب کوئی اصل بیان کیا جاتا ہے تو وہ اصل صرف اُس جگہ ہی کام نہیں آتا بلکہ وہ باقی امور کے متعلق بھی ہوتا ہے۔ اس سے جہاں ہمیں اذان کی حکمت معلوم ہو جاتی ہے وہاں اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ تمام کام جو انسان کی طاقت سے بالا ہوں ان میں الٰہی مدد مانگنی چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے۔

پس اذان نے ہمیں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ حقیقی مشکلات کا حل محض اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ محض صلوٰۃ اور فلاح ہی ایسے کام نہیں جو خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے بلکہ باقی عظیم الشان اور اہم امور بھی جن کے کرنے میں دنیا کے قوانین اور نیچر کے قوانین کا تعلق ہوتا ہے یا ان کا جماعتوں سے تعلق ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ہی مکمل ہوتے ہیں۔ اوّل تو انسان کا ارادہ ہی اتنا کمزور ہے کہ وہ ایک کام کو اچھا بھلا دیکھ کر بھی اسے کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ اس میں اس کام کے کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس کے کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ مثلاً سینکڑوں ہزاروں مسلمان تمہیں نظر آئیں گے جو کہیں گے کہ ہمیں پتا ہے کہ نماز خدا تعالیٰ کا حکم ہے لیکن سُستی ہے اس لیے نماز پڑھی نہیں جاتی۔ اب نماز تو ذاتی کام ہے لیکن باوجود اِس کے کہ وہ اپنا کام ہے انسان اسے جرأت اور دلیری کے ساتھ نہیں کرتا۔ پھر جن کاموں میں دوسروں کی شراکت ہو وہ تو اس کی طاقت سے ہی بالا ہوتے ہیں۔ اپنی ذات میں تو انسان کسی کام کا ارادہ کر لے تو وہ کر لیتا ہے لیکن دوسروں سے کام کرانا اُس کی طاقت سے بالا ہوتا ہے۔

پس جماعتی کام خصوصیت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک زمیندار کھیت بوتا ہے اَب ہل چلانا اس کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ہل چلا سکتا ہے مگر باوجود اِس کے کہ یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا ہے وہ سُستی کر جاتا ہے۔ قادیان میں جب میں سیر کو جاتا تھا تو جب میں کسی اچھی فصل کے پاس سے گزرتا تھا تو اکثر لطیفہ کے طور پر میں کہتا تھا کہ یہ کھیت کسی سِکھ کا معلوم ہوتا ہے اور اکثر میری رائے درست ہوتی تھی۔ میرے ساتھی کہتے تھے کہ آپ کو یہ خیال کس طرح پیدا ہو گیا کہ یہ کھیت کسی سِکھ کا ہے؟ تو میں کہتا تھا کہ اِس کھیت میں فصل اچھی ہے اس لیے یہ کھیت کسی سِکھ کا ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سِکھ محنت کرتا ہے مسلمان محنت نہیں کرتا اور بالعموم میرا اندازہ درست ہوتا تھا کہ جو بھی سرسبز اور اچھا کھیت ہوتا وہ کسی سِکھ کا ہی ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک دو دفعہ مجھ کو

اندازہ کرنے میں غلطی بھی لگ گئی ہو لیکن اکثر دفعہ میرا اندازہ ٹھیک ہوتا تھا۔ پس انسان اپنے کام میں بھی سُستی کر جاتا ہے۔ لیکن بہر حال اگر اُس نے محنت کی ہے اور کھیت میں ہل چلائے ہیں لیکن جب بیج ڈالنے کا وقت آیا تو اسے اچھا بیج نہیں ملا اس لیے اُس کی فصل خراب ہو گئی کیونکہ اچھا بیج مہیا کرنا زمیندار کے اختیار میں نہیں۔ ہر ایک زمیندار خود بیج مہیا نہیں کرتا بلکہ بازار سے خریدتا ہے۔ فرض کرو ملک میں بیماری پڑی اور فصل خراب ہو گئی۔ اب زمیندار اچھا بیج کہاں سے لائے گا۔ یہ چیز انسان کی طاقت سے باہر نکل جاتی ہے۔ پھر پانی کا سوال آتا ہے۔ پانی مہیا کرنا انسان کے اختیار میں نہیں۔ پہاڑوں پر برف نہ پڑے تو پگھلے گی کہاں سے۔ اب برف پڑنا اور اُس کا پگھلنا انسان کے اختیار میں نہیں۔ پھر برف نہیں پڑی تو دریا نہیں بھرے اور یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ پھر اگر دریا نہیں بھرے تو نہریں نہیں چلیں اور یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ اگر نہریں نہیں چلیں گی تو باوجود نہری زمین ہونے کے زمیندار کو پانی مہیا نہیں ہوگا اور فصل نہیں ہوگی۔ اور اگر زمین نہری نہیں بارانی ہے تو بارش انسان کے اختیار میں نہیں۔ یہاں قانونِ قدرت چلتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ بارش کر دے گا تو کر دے گا ورنہ بارش نہیں ہوگی اور اس کی فصل خراب ہو جائے گی۔ گویا اس میں ایک حصہ ذاتی ہے اور دوسرا حصہ قانونِ قدرت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ وہ اُسی وقت مکمل ہوگا جب انسان لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے ساتھ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے گا اور تضرع کرے گا کہ اتنا حصہ تو میں پورا کروں گا لیکن ایک حصہ آپ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لیے آپ اس حصہ کو پورا کر لیں۔

غرض ہزاروں کام ایسے ہیں جو دوسروں کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان کی مدد کے بغیر انسان کام نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو فصل خراب ہو جاتی ہے یا مثلاً نہروں اور دریاؤں میں پانی آ گیا ہے اور کھیت کے لیے پانی میسر ہے پھر فصل بھی اچھی ہے لیکن ٹڈی دَل آ گیا اور اس نے کھیت کا صفایا کر دیا تو یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ ٹڈی دس پندرہ منٹ تک کھیت میں بیٹھتی ہے اور جب اُڑتی ہے تو اس میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یا زمین دریا کے پاس ہے اور ہزاروں چوہے آ جاتے ہیں اور اُس فصل کو برباد کر دیتے ہیں۔ اب یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ یا پھر زمیندار محنت بھی کرتا ہے، وہ ہل بھی چلاتا ہے، بارش بھی وقت پر ہو جاتی ہے، فصل بھی اچھی ہے، ٹڈی دل بھی

نہیں آتی، زمین بھی دریا کے پاس نہیں کہ چوہے آجائیں اور فصل کھاجائیں لیکن اچانک ایک چنگاری اُڑتی ہے اور کھلیان میں آگ لگ جاتی ہے۔اب یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ پھر بعض دفعہ دشمن بھی آگ لگادیتا ہے اور دشمن بھی انسان کے اختیار میں نہیں۔غرض کوئی کام ایسا نہیں جو مکمل طور پر انسان کے اختیار میں ہو۔ ہر ایک کام میں کچھ حصہ قانونِ قدرت یا دوسرے لوگوں کا ہوتا ہے۔اب انسان کو دوسرے لوگوں کی مدد نہ ملے یا قانونِ قدرت مدد نہ کرے تو وہ کوئی کام نہیں کرسکتا۔ یہ نکتہ ہے جو ہمیں اذان سکھاتی ہے۔

غور تو کرو آخر کتنے کام ہیں جو انسان کے اپنے اختیار میں ہیں۔تمہیں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دنیا کے ہر کام میں تعاون اور قانونِ قدرت شامل ہیں۔ گھروں میں دیکھ لو۔ ہمارے لوگ تو تعلیم میں بہت پیچھے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے جو معیشت کا سامان بنایا تھا یورپ کے لوگ بھی اسے بدل نہیں سکے۔میاں بیوی دونوں گھر کا کام چلا سکتے ہیں۔تم بیس نوکر رکھ لو لیکن بیس نوکر وہ کام نہیں کرسکتے جو ایک بیوی کرتی ہے۔انسان جتنے نوکر رکھے گا اُس کا کام بڑھ جائے گا۔مثلاً گھر میں کپڑا رکھا ہے، روپیہ رکھا ہے یا غلّہ رکھا ہے اور کسی کے دس نوکر ہیں تو اُسے دس آدمیوں کی نگرانی کرنی پڑے گی کہ کہیں وہ روپیہ غلّہ یا سامان چُرا کر نہ لے جائیں۔اور اگر سو نوکر ہوں گے تو اُسے سو آدمیوں پر نظر رکھنی پڑے گی۔لیکن بیوی کے پاس انسان بغیر حساب کے روپیہ رکھ دیتا ہے، کپڑا رکھتا ہے اور اُس کی نگرانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک عورت ہوگی جو اپنے خاوند کے سامان اور روپیہ کی حفاظت میں کوتاہی کرتی ہوگی ورنہ گھر کا سارا کام میاں اور بیوی کے ساتھ چل رہا ہے۔ خاوند سارا روپیہ بیوی کو دے دیتا ہے۔اُسے جب ضرورت ہوتی ہے بیوی روپیہ نکال دیتی ہے۔غرباء میں تو عام رواج ہے کہ جب بچے کی شادی ہو تو باپ سمجھتا ہے یہ اخراجات کہاں سے لاؤں گا لیکن بیوی سارا انتظام کردیتی ہے۔کمانے والے کو پتا بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے پاس کتنا روپیہ ہے لیکن جس کے پاس روپیہ جمع ہوتا ہے وہ فوراً نکال کر دے دیتی ہے اور وہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے میاں بیوی کو معیشت کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہاں! اگر ساتھی اچھا نہیں ملتا تو ساری عمر تلخ ہو جاتی ہے۔ دنیا میں وہ آدمی بھی ہیں جن کی آمد اچھی خاصی ہوتی ہے لیکن بیوی بیوقوف ہوتی ہے اور وہ سارا روپیہ ضائع کردیتی ہے۔ایک شخص کا پانچ روپیہ کی بجائے دس روپیہ خرچ ہوتا ہے تو دوسرے کی بیوی عقلمندی سے

دس کی بجائے پانچ روپیہ خرچ کرتی ہے۔ بہرحال دنیا کے سب کاموں کی بنیاد تعاون پر ہے۔ یورپ، امریکہ، ہندوستان اور دیگر ممالک کا تمام نظام تعاون کے ساتھ چل رہا ہے۔ آگے اولاد آ جاتی ہے، خاندان کا وقار، عزت اور شہرت کا تعلق اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر اولاد بگڑ جائے تو اُس خاندان کا وقار، عزت اور شہرت قائم نہیں رہ سکتی۔ اب اولاد کا درست رکھنا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان کے اختیار میں نہیں۔ کسی خاندان کی خواہ کتنی عزت ہو، شہرت ہو لیکن اولاد بگڑ جائے تو کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پنجاب میں خصوصاً سرگودھا میں وہ خاندان بستے ہیں جو ابوجہل کی نسل میں سے ہیں لیکن ان خاندانوں کے افراد کبھی نہیں بتائیں گے کہ وہ ابوجہل کی نسل میں سے ہیں۔ پھر کئی ماں باپ ایسے ہیں جن کی اولاد خراب ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو ان کی اولاد کا علم ہوتا ہے اُن کو تو علم ہوتا ہے لیکن وہ دوسروں کو دلیری اور جرأت کے ساتھ کبھی نہیں بتائیں گے کہ فلاں میرا بیٹا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے ان کی بے عزتی ہوگی۔ اب یہ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ اس کی اولاد ٹھیک ہو، اس کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ خاندان کی عزّت، شہرت اور وقار کو قائم رکھنے والی ہو۔

غرض اہلی نظام ہو یا قومی نظام خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر چل نہیں سکتا۔ جب قوم بگڑتی ہے تو ایک آدمی خواہ کتنی شہرت والا ہو اُسے درست نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں فرشتوں کا دخل ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کا کام آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ حکم دیتا ہے تو قومیں درست ہو جاتی ہیں۔ ہم نے تو دنیوی امور میں بھی دیکھا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم میں بیداری پیدا کرتا ہے تو حیرت انگیز طور پر کرتا ہے۔ مثلاً دیکھ لو جرمن قوم کی حالت کس قدر گری ہوئی تھی لیکن ان میں ہٹلر پیدا ہوا اور چند سالوں میں اُس نے اپنی قوم کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ یہ انقلاب جو جرمن قوم میں ہوا ہٹلر کے اثر کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ ایک رَو تھی جو خدا تعالیٰ نے چلائی تھی۔ ٹڈی کو دیکھ لو ہزاروں میل سے آتی ہے۔ ٹڈی سائبیریا سے آتی ہے، چین سے آتی ہے یا افریقہ کے جنگلات سے آتی ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور وہ یکدم ایک ملک میں نمودار ہو جاتی ہے۔ میں نے ٹڈی کے متعلق لٹریچر پڑھا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ٹڈیوں کے درمیان روحانی تاریں چلتی ہیں اور وہ یکدم اربوں ارب کی تعداد میں آ جاتی ہیں

اور ملک کے ملک کو تباہ کر دیتی ہیں۔ پھر جو زندہ بچتی ہیں وہ واپس چلی آتی ہیں اور وہاں پلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یو۔این۔او نے ٹڈی کے متعلق ایک کمیشن مقرر کیا ہے کہ کسی طرح یہ پہلے پتا لگ جائے کہ ٹڈی نے کدھر جانا ہے اور کس وقت جانا ہے کیونکہ وہ ایک نظام کے ماتحت چلتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کہیں آگ لگتی ہے تو کوئی آدمی کہیں بھاگتا ہے اور کوئی آدمی کہیں بھاگتا ہے لیکن ٹڈی ایک نظام کے ماتحت ایک لائن پر چلتی ہے۔ ہزاروں ہزار میل سے آتی ہے اور پھر واپس ہو کر دو چار سال بعد کسی اَور ملک کی طرف نکل جاتی ہے۔ اس کے راستے مقرر ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ ایک قانون کے ماتحت چلتی ہے۔

پھر شکار ہے لوگ شکار کے لیے باہر جاتے ہیں۔ شکار بھی ایک خاص قانون کے ماتحت آتا ہے۔ پہاڑوں سے جانوروں کے جُھنڈ اُڑتے ہیں، تِلیَر اُڑتے ہیں، قاز[1] اُڑتے ہیں اور ان کی ڈاریں ایک لائن میں چلتی جاتی ہیں اور اس طرح خاص علاقوں میں شکار پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا جانوروں میں الہام کے طور پر کوئی بات آتی ہے اور وہ اُڑتے ہیں اور کسی خاص علاقہ کی طرف نکل جاتے ہیں۔

غرض قانونِ قدرت کا ہاتھ ہر کام میں اتنا نظر آتا ہے کہ اگر ہم اسے نظر انداز کر دیں تو صحیح راستہ سے بھٹک جائیں۔ خصوصاً جماعتی کاموں میں اگر خدا تعالیٰ کی مدد نہ ہو، اگر قانونِ قدرت اور نیچر کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور جو جماعتیں انبیاء بناتے ہیں اُن میں تو جماعتی اثر اتنا ہوتا ہے کہ وہ انبیاء خود اپنی ذات میں ایک جماعت ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔[2] یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات میں ایک جماعت تھے۔ پس انبیاء کے کاموں میں اور جماعتی کاموں میں خدا تعالیٰ کی مدد کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی فرد کا کام خراب ہو جاتا ہے تو اُس کا اثر اُسی کی ذات پر ہو گا۔ لیکن اگر جماعت میں کوئی غلطی پیدا ہو گی تو سارا کام خراب ہو جائے گا۔ بچپن میں ہم ایک کھیل کھیلا کرتے تھے۔ شاید اَب بھی بچے کھیلتے ہوں اور وہ اِس طرح کہ ہم ایک لائن میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اینٹیں کھڑی کر دیتے تھے۔ پھر اس لائن کے ایک طرف کھڑے ہو کر ایک اینٹ کو ٹھوکر لگاتے تھے تو وہ اینٹ دوسری اینٹ پر گرتی تھی۔ وہ اینٹ آگے تیسری اینٹ پر گرتی تھی اور پھر وہ چوتھی اینٹ پر گرتی تھی۔ اِس طرح ایک خاصا نظارہ

پیدا ہو جاتا تھا اور وہ پچاس ساٹھ اینٹوں کی لائن ساری کی ساری گر جاتی تھی۔ یہی حال جماعت کا ہے۔ ایک آواز آتی ہے اور ساری کی ساری جماعت کھڑی ہو جاتی ہے اور ایک ٹھوکر لگتی ہے تو ساری کی ساری جماعت گر جاتی ہے۔ ایسے حال میں خدا تعالیٰ پر نظر رکھنا اور اُس پر توکّل کرنا بڑا ضروری ہے اور اس میں ذرہ بھر کوتاہی کرنا جماعت کی جماعت کو گرا دیتا ہے۔ اب اگر خالص انسانی کاموں میں خدا تعالیٰ سے استمداد کرنا اثر پیدا کرتا ہے تو خدائی کاموں میں اِس سے استمداد کرنا کیوں اثر پیدا نہ کرے گا۔ دنیا میں قومیں گرتی اِس لیے ہیں کہ ان کے افراد کام کی عظمت اور اپنی کمزوریوں کو دیکھ کر ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کو نہیں دیکھتے اور اس سے استمداد نہیں کرتے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور کامیاب ہو گے۔ خدا تعالیٰ نے جب خود ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ اسے کیوں پورا نہیں کرے گا۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ کا کام کرو اور وہ خود اپنا کام نہ کرے؟ جب آقا اپنے کسی نوکر کو کوئی کام کرنے کا حکم دیتا ہے تو اُسے اپنے کام کا اپنے نوکر سے زیادہ احساس ہوتا ہے۔

جب امریکہ میں انگریزوں کے خلاف بغاوت ہوئی اور لڑائی شروع ہوگئی تو امریکن بے سروسامان تھے۔ ملک کے تاجر اور زمیندار اُٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ وہ اپنا ملک آزاد کرائیں گے۔ اُن کے پاس نہ فوج تھی، نہ سامانِ جنگ تھا لیکن انگریزوں کے پاس سامانِ جنگ بھی تھا اور فوج بھی۔ اس لیے انگریز انہیں بُری طرح مارتے تھے۔ امریکہ کے باشندوں نے اپنے میں سے ایک بہترین شخص ''واشنگٹن'' کو اپنا افسر بنایا اور اُسے کمانڈر انچیف مقرر کیا۔ تاریخ سے پتا لگتا ہے کہ اُس کے اندر ایک آگ لگی ہوئی تھی اور اسے احساس تھا کہ یہ کام میں نے ہی کرنا ہے۔ وہ دیوانہ وار اِدھر اُدھر پھرتا تھا اور جہاں سُستی پاتا تھا لوگوں میں تقریریں کر کے اور جوش دلا کر انہیں دوبارہ کھڑا کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امریکنوں نے انگریزوں کو ملک سے باہر نکال دیا۔ اور اب امریکہ اِتنی بڑی طاقت ہے کہ انگریز غلاموں کی طرح اُس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔

اِسی ''واشنگٹن'' کا ایک لطیفہ مشہور ہے جس سے پتا لگتا ہے کہ جس کا کام ہوتا ہے اُسے اُس کا کتنا احساس ہوتا ہے۔ کسی جگہ پر انگریزوں کے حملہ کا ڈر تھا۔ سپاہیوں کا فرض تھا کہ وہ ایک چھوٹا سا قلعہ تعمیر کریں۔ ایک کارپورل (یعنی ہمارے ملک کا صوبہ دار) اُن کا نگران تھا۔ اب کارپورل

اور کمانڈر انچیف میں بہت بڑا فرق ہے۔ بظاہر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہر فرد کو قومی کام کا احساس ہوتا لیکن ''واشنگٹن'' سمجھتا تھا کہ چونکہ کام کا ذمہ دار میں ہوں اِس لیے مجھے اس کام کا زیادہ احساس ہونا چاہیے۔ اس لیے دوسروں کی نسبت اُسے کام کا زیادہ خیال رہتا تھا۔ سپاہی قلعہ بنا رہے تھے اور وہ کارپورل اُن سے کام کروا رہا تھا اور کہہ رہا تھا شاباش! بہادرو! اینٹیں اٹھاؤ، لکڑی اٹھاؤ لیکن وہ خود کام نہیں کرتا تھا۔ اُسے اپنے عہدے کی وجہ سے گھمنڈ اور غرور تھا کہ میں کارپورل ہوں۔ اِتنے میں ایک بڑا گولہ لکڑی کا آیا جسے انہوں نے چھت پر چڑھانا تھا لیکن آدمی کافی نہیں تھے۔ وہ زور لگاتے تھے لیکن گولہ نیچے گر جاتا تھا۔ کارپورل پاس اکڑا ہوا کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا شاباش بہادرو! زور لگاؤ، ہمت کرو اور اِس گولے کو چھت پر چڑھا دو۔ اِتنے میں ایک سفید گھوڑے پر سوار ایک آدمی پاس سے گزرا۔ اُس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ کارپورل نے کہا یہ بہت ضروری کام ہے جو ہم نے شام تک ختم کرنا ہے لیکن یہ گولہ ہم سے چھت پر نہیں چڑھتا۔ یہ سن کر وہ شخص گھوڑے سے اُترا اور سپاہیوں کے ساتھ مل کر اُس نے لکڑی کو اٹھایا اور چھت پر رکھ دیا لیکن وہ کارپورل پاس کھڑا رہا۔ جب وہ واپس لَوٹنے لگا تو کارپورل نے خیال کیا میرا فرض ہے کہ اس کا شکریہ ادا کروں۔ چنانچہ اُس نے اُسے بلایا اور کہا میاں! اِدھر آؤ۔ جب وہ آیا تو کارپورل نے کہا میاں! میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے قومی کام میں حصہ لیا ہے۔ وہ مسکرایا اور کہا جب بھی تمہیں کوئی مشکل پیش آ جائے یا کوئی ایسا کام آ جائے جسے کرنا تم پسند نہ کرو تو تم اپنے کمانڈر ''واشنگٹن'' کو اطلاع کر دیا کرو وہ فوراً حاضر ہو جائے گا۔ وہ کارپورل یہ دیکھ کر کہ وہ شخص خود اُن کا کمانڈر ''واشنگٹن'' ہے سخت شرمندہ ہوا۔ ''واشنگٹن'' نے کہا محض نعروں سے کام نہیں ہوتا۔ اگر تمہیں یہ احساس ہوتا کہ یہ میرا اپنا کام ہے تو کیا تم اِس طرح پاس کھڑے رہتے۔ یہ کام میرا کام ہے اس لیے مجھے اس کا احساس ہے۔

اب کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ''واشنگٹن'' کو تو اپنے کام کا احساس تھا لیکن خدا تعالیٰ کو اپنے کام کا احساس نہیں۔ یاد رکھو! جب بھی تم اُس کی طرف متوجہ ہو گے، جب بھی تم اُس کی طرف رُخ کرو گے اور کہو گے کہ خدایا! ہمارے سامنے یہ یہ مشکلات ہیں، کام تیرا ہے، ہم کرتے تو ہیں لیکن اس کو مکمل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں، اب تُو ہی ہماری مدد فرما۔ تو تم دیکھو گے اُس وقت خدا تعالیٰ اور اُس کے فرشتے آئیں گے اور وہ کام کر دیں گے۔

گویا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ہر کام میں عموماً اور اہم مذہبی اور قومی کاموں میں خصوصاً خدا تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور جب اُسے مدد کے لیے انسان بلاتا ہے تو وہ اُس کی مدد کو آتا ہے۔ جب تم دیکھتے ہو کہ یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے، جب تم دیکھتے ہو کہ کامیابی کے تمام راستے ہم پر بند ہو گئے ہیں، جب باوجود محنت اور زور لگانے کے تم کسی کام کو سرانجام نہیں دے سکتے تو خدا تعالیٰ کو بلاؤ وہ تمہاری مدد کے لیے آئے گا۔ اس نکتہ کو اگر تم مضبوطی سے پکڑ لو گے تو تمہاری تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔

جماعت کی مخالفت بڑھ رہی ہے اِس سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ کوئی چیز نہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف جاؤ اور اُس سے مدد چاہو۔ جب تم یہ کہو گے کہ خدایا! یہ کام تیرا ہے، جب تم دیانتداری سے اپنے فرض کو ادا کرو گے اور پھر کہو گے خدایا! ہم سے جو ہو سکتا تھا وہ ہم نے کر لیا ہے مگر کام ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اے اللہ! اَب آ، تُو آ اور اِس کام میں ہماری مدد کر تو پھر یاد رکھو! خواہ رات ہو یا دن، صبح ہو یا شام، سویرا ہو یا اندھیرا خدا تعالیٰ اور اُس کی فوجیں آئیں گی اور وہ دشمن جسے اپنی فوجوں اور اپنی طاقت پر ناز ہو گا وہ تہس نہس ہو جائے گا اور زمین پر اُس کا نشان اور رنگ بھی باقی نہیں رہے گا۔ لیکن ضرورت اِس بات کی ہے کہ اس کام کو خدا تعالیٰ کا کام سمجھا جائے، ضرورت اِس بات کی ہے کہ تم اپنی ذمہ داری کو ادا کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جاؤ اور کہو خدایا! ہم میں جتنی طاقت تھی اُس کے مطابق ہم نے کام کیا ہے لیکن یہ کام ہماری طاقت سے بالا ہے اور ہمارے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اب تُو مدد کرے تو ہم اِس کام کو کر سکتے ہیں۔ پھر دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ کس طرح تمہاری مدد کو آتا ہے۔ یہ ایک نکتہ ہے جو ہمیں اذان سکھاتی ہے۔ تم اِس نکتے کو مشعلِ راہ بناؤ اور اس کے مطابق اپنی اصلاح کرو۔ پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کی مدد کیسے آتی ہے"۔ (الفضل 5 دسمبر 1951ء)

---

1 : قاز: ایک آبی پرندہ۔ راج ہنس (فیروز اللغات اردو جامع فیروز سنز لاہور)

2 : النحل: 121